جو حد درجہ المناک حوادث و واقعات پیش آئے اور ان کی وجہ سے شمالی ہند میں جو فرقہ وارانہ کشیدگی کی فضا قائم ہوگئی اس کے پیشِ نظر بہار کے چند اعلیٰ تعلیم یافتہ اور بیدار مغز مسلمان نوجوانوں نے ارادہ کیا کہ اس نمائش کا انعقاد پٹنہ میں بھی کیا جائے، چنانچہ انھوں نے ایک بڑی کمیٹی بنائی جس کے صدر بہار کے نامور سرجن ڈاکٹر احمد عبدالحیٔ منتخب ہوئے، فنڈ مہیا کیا اور پٹنہ کی مذکورہ بالا سوسائٹی کو دعوت دی جو اس نے بخوشی منظور کرلی۔ جب سب انتظامات مکمل ہوگئے، تو اس کا اعلان کردیا گیا۔

یہ نمائش ۲۴ر ستمبر سے یکم اکتوبر تک مدرسۂ شمس الہدیٰ کی عمارت میں منعقد ہوئی۔ شام کو چار بجے سے شب کے ۹½ بجے تک کھلی رہتی تھی۔ اور روزانہ ہندو مسلمان مردوں اور خواتین کا اس قدر ہجوم ہوتا تھا کہ راستہ چلنا دشوار تھا۔ نمائش میں الگ الگ بڑے بڑے کمروں میں قرآن مجید کے نادر مخطوطات، خطاطی کے بہترین نمونے، فنِ تعمیر میں مسلمانوں کے نادر المثال کارنامے، سائنس اور ٹکنالوجی میں مسلمانوں کی حیرت انگیز ترقی اور مختلف زمانوں میں ملک وار عالم اسلام کی خواتین کے لباس، ان سب چیزوں کے نمونے اور تصاویر بڑے قرینہ اور سلیقہ سے سجا کر پیش کیے گئے تھے، اگرچہ یہ نمائش اسلامی کلچر اور آرٹ کی مکمل ترجمان نہ تھی اور اس کی صرف ایک جھلک دکھاتی تھی تاہم اس کا یہ فائدہ ضرور ہوا کہ جو مسلمان اپنی تہذیب و تمدن کی تاریخ اور اس میں اسلاف کے عظیم الشان کارناموں سے بالکل بے خبر تھے ان میں یک گونہ خود شناسی اور خود اعتمادی پیدا ہوئی اور ساتھ ہی جن برادران وطن کو مسلمانوں کی نسبت یہ باور کرانے کی کوششیں کی جارہی ہیں کہ "بوئے خون آتی ہے اس قوم کے افسانوں سے"! نیز یہ کہ "عالمگیر ہندو کش تھا ظالم تھا ستمگر تھا" ان کو محسوس ہوا ہوگا کہ ان کے ہم مذہب جو یہ کوششیں کم و بیش نصف صدی سے کررہے ہیں وہ آنکھوں کے اندھے، کانوں کے بہرے اور عقل و فہم سے سرتاسر بے بہرہ اور کورے (صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ) ہیں، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ موجودہ حالات میں نمائش کا یہ فائدہ، کلّی نہیں جزئی سہی، نہایت اہم اور قابلِ قدر ہے اور جن پُرجوش و بیدار مغز نوجوانوں نے یہ اہتمام و انتظام کیا تھا وہ لائقِ تحسین و ستائش ہیں، ضرورت ہے کہ اس قسم کی نمائشیں اور اس سے بھی زیادہ بڑے پیمانہ پر ملک میں جگہ جگہ ہوں۔

نمائش کا فائدہ ہی کچھ کم نہ تھا منتظمین نے مزید یہ کیا کہ نمائش کے ساتھ انھوں نے سیمینار کے نام سے پبلک جلسوں کا بھی انتظام کیا، یہ جلسے مغرب کے بعد ۷ بجے سے ۹ بجے تک روزانہ ایک شامیانہ کے نیچے منعقد ہوتے اور ہندو مسلمان مرد اور خواتین ان میں بڑے ذوق و شوق اور کثرت سے شریک ہوتے تھے، ان جلسوں میں مقالات کے جو موضوع مقرر کیے گئے تھے وہ سب اسلام کی تہذیبی و تمدنی تعلیمات سے متعلق تھے مثلاً اسلام اور امنِ عالم، اسلام اور انسانیت، اسلام اور مساوات، اسلام اور سائنس وغیرہ وغیرہ، روزانہ دو مقالات کا اوسط رکھا گیا تھا جن کے لیے مختلف حضرات کو دعوت دی گئی تھی، چنانچہ اس سلسلہ میں ڈاکٹر اخلاق احمد قدوائی گورنر بہار، وزیر اعلیٰ ریاست بہار اور چیرمین پبلک سروس کمیشن وغیرہ ہندو مسلم اہم اشخاص کی تقریریں بڑی شاندار اور بہت عمدہ ہوئیں۔

راقم الحروف نمائش کی مجلس منتظمہ کا شکرگذار ہے کہ اس موقع پر اس نے اسے بھی یاد کیا، چنانچہ ڈاکٹر احمد عبدالحئی صدر مجلس نے ایک خط میں سیمینار میں شرکت اور "اسلام اور انسانیت کا تحفظ و بقا" کے عنوان پر ایک مقالہ پڑھنے کی دعوت بڑے خلوص اور محبت سے دی، میں آج کل جس ذہنی انتشار و پراگندگی کا شکار ہوں اس کی وجہ سے طبیعت مقالہ لکھنے پر ہرگز آمادہ نہ تھی، لیکن نمائش دیکھنے کا لالچ ایسا تھا کہ دعوت منظور کرلی اور جس طرح بھی بن پڑا مقالہ بھی لکھ لیا، میرا مقالہ ۲۹ ستمبر کو رکھا گیا تھا اس لیے ۲۸ ستمبر کو شب میں عزیزم ڈاکٹر زین الساجدین (شعبۂ سنی دینیات علیگڈھ) کو ہمراہ لے کر جینتی جنتا اکسپریس سے روانہ ہوا۔ ٹرین پانچ گھنٹے لیٹ تھی۔ ۲۹ کو شام کے پانچ بجے پٹنہ پہنچا، ڈاکٹر احمد کے چچا کار لیے موجود تھے، ان کے ساتھ ہم دونوں ڈاکٹر احمد کی عالیشان اور نہایت وسیع کوٹھی پر آئے۔ میں نے غسل کیا، کپڑے بدلے، عصر کی نماز ادا کی اور چائے نوشی سے فارغ ہوکر ڈاکٹر احمد کے والد ماجد ڈاکٹر عبدالحئی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ڈاکٹر صاحب مشہور و معروف فزیشین اور بہار کے نہایت معزز و محترم، سنجیدہ، متشرع اور متدین بزرگ ہیں۔ ڈاکٹر احمد سے ملاقات تو اب ہوئی لیکن ڈاکٹر عبدالحئی سے دیرینہ نیاز مندی کا تعلق ہے، ایک مدت کے بعد ملاقات ہوئی تو بڑے خوش ہوئے اور پرسشِ احوال کرتے رہے، اتنے میں مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا، ڈاکٹر صاحب، ان کے بھائی اور ڈاکٹر زین الساجدین کے ساتھ نماز با جماعت ادا کی اور ساما مستایس نے ہی کی۔